بسم اللہ الرحمن الرحیم

منٰی میں قصر واتمام سے متعلق
دارالعلوم دیوبند کے فتاوی

سر دست ایک حساس مسئلہ سے متعلق دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔
مسئلہ یہ ہے کہ جو حجاج مکہ مکرمہ ایسے وقت میں پہنچتے ہیں کہ حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام نہیں ہو پاتا بلکہ منٰی کا قیام شامل کر کے پندرہ دن ہوتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا وہ چار رکعت والی نمازوں میں قصر کریں گے یا ان پر اتمام ضروری ہوگا؟ نیز ان پر ایام اضحیہ میں مالی قربانی لازم ہوگی یا نہیں؟
علماء کی آراء اس سلسلہ میں مختلف ہیں، اس لیے ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا قصد کیا، حضرات مفتیانِ کرام سے گذارش ہے کہ ادلۂ شرعیہ اور نصوص فقہیہ کی روشنی میں مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ اس سے ان شاء اللہ اطمینان حاصل ہوگا۔

فتوی:1353-267/D=11/1434-U

خیر القرون کے زمانے سے لے کر آج سے کچھ سال پہلے تک تمام امت مسلمہ اس بات پر متفق تھی کہ "منٰی" اور "مکہ مکرمہ" دونوں دو مستقل مقامات ہیں، کوئی کسی کے تابع نہیں ہے؛ اس لیے تقریباً فقہ کی ہر کتاب میں یہ مسئلہ ملتا ہے کہ جس شخص نے پندرہ روز مکہ مکرمہ میں قیام کا ارادہ کیا؛ لیکن درمیان میں منٰی، مزدلفہ اور عرفات جانے کا ارادہ ہے تو وہ شخص مسافر ہی رہے گا، مقیم نہ بنے گا؛ اس لیے کہ خروج الی منٰی وعرفات کا ارادہ، نیت اقامت کے لیے مبطل ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: "فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته؛ لأنه يخرج إلى منى وعرفة" (۶۰۶/۲، ط: زکریا) اسی طرح البحر الرائق میں ہے: "ذكر في كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لا يصح؛ لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط" (البحر الرائق: ۱۴۳/۲) نیز مبسوط سرخسی میں بھی یہ تصریح ہے کہ اگر (مثلاً) کوفہ کا رہنے والا کوئی شخص اس نیت سے مکہ مکرمہ آئے کہ وہاں اور منٰی دونوں جگہ ملا کر پندرہ دن قیام کرے گا تو وہ مسافر ہی رہے گا؛ اس لیے کہ اقامت کی نیت وہ معتبر ہوتی ہے جو ایک مقام پر ہو، "إذا قدم الكوفي في مكة وهو ينوي أن يقيم فيها وبمنى خمسة عشر يوما فهو مسافر؛ لأن نية الإقامة ما يكون في موضع واحد الخ" (المبسوط للسرخسي: ۲۳۶/۱، باب صلاة المسافر)؛ لیکن منٰی کی طرف مکہ مکرمہ کی آبادی کے پھیلاؤ کی وجہ سے چند سالوں سے اہل علم کے درمیان یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ منٰی کا سابقہ حکم اب بھی باقی ہے یا بدل گیا؟ علماء کا ایک بڑا طبقہ اس بات پر ہے کہ منٰی کا سابق حکم اب بھی باقی ہے، مکہ کی آبادی کے پھیلاؤ کی وجہ سے "منٰی" کو جزء مکہ نہیں قرار دیا جاسکتا، جب کہ علماء کی ایک دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اب "منٰی" مکہ کے ایک محلّہ کی حیثیت اختیار کر گیا اور دونوں مقامات موضعِ واحد کے حکم میں ہو گئے؛ لہٰذا جو حجاج کرام مکہ مکرمہ اور "منٰی" دونوں جگہ ملا کر پندرہ دن قیام کا ارادہ رکھیں گے، ان پر چار رکعت والی نمازوں میں اتمام اور ایامِ اضحیہ میں مالی قربانی لازم ہوگی۔
لیکن نصوص اور دلائل کی روشنی میں پہلی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے کہ منٰی اور مکہ دونوں اب بھی دو مستقل مقامات کی حیثیت سے باقی ہیں، منٰی کو مکہ مکرمہ کا محلّہ قرار دینا صحیح نہیں اور جو حجاج کرام منٰی اور مکہ دونوں جگہ ملا کر پندرہ دن قیام کی نیت سے مکہ مکرمہ میں

داخل ہوں گے، وہ بدستور مسافر رہیں گے، مقیم کے حکم میں نہ ہوں گے، یہی رائے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی بھی ہے، اس رائے کے وجوہِ ترجیح میں سے یہ ہے کہ ''منیٰ'' کو جز مکہ قرار دینے کے لیے جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، ان میں سے سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ مکہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے ''منیٰ'' تک پہنچ چکی ہے؛ لہٰذا دونوں مقامات موضع واحد کے حکم میں ہوگئے۔

لیکن نصوص پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر اتصال (جس کے تحقق کے سلسلے میں مشاہدین کی رپورٹوں کے درمیان کافی اختلافِ رائے موجود ہے) تسلیم بھی کرلیا جائے، پھر بھی ''منیٰ'' کو جزء مکہ نہیں قرار دیا جاسکتا؛ اس لیے کہ فقہاء نے جہاں بھی اتصال کی بحث کی ہے وہاں دو آبادیوں کے درمیان اتصال مراد ہے نہ کہ غیر آباد مقام کا آباد کے ساتھ اتصال، کبیری کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

من فارق بیوت موضع هو فیه من مصر أو قریة ناویا الذهاب إلی موضع بینه وبین ذلك الموضع المسافة المذکورة صار مسافرا، فلا یصیر مسافرا قبل أن یفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذی خرج منه حتی لوکان ثمه محلة منفصلة عن المصر وقد کانت متصلة به لا یصیر مسافرا مالم یجاوزها ولو جاوز العمران من جهة خروجه وکان بحذائه محلة من الجانب الآخر یصیر مسافرا اذ المعتبر جانب خروجه (کبیری: ٥٣٦، ط: اشرفی)

کبیری کی مندرجہ بالا عبارت کو علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ردالمحتار میں نقل کرنے کے بعد اس کی مراد واضح کرتے ہوئے لکھا:

وأراد بالمحلة فی المسألتین ما کان عامرا أما لو کانت المحلة خرابا لیس فیها عمارة فلا یشترط مجاوزتها فی المسألة الأولی ولو متصلة بالمصر کما لا یخفی (رد المحتار: ٢/ ٦٠٠ زکریا)

علامہ شامی کی وضاحت کی روشنی میں کبیری کی عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر کسی شہر کی آبادی دوسرے محلّہ وغیرہ کے ساتھ متصل ہوجائے تو اگر وہ محلّہ بھی آباد ہو، تو مسافر اپنے موضع اقامت سے متجاوز ہوکر جب تک اس محلے سے نکل نہ جائے اس وقت تک مسافر شمار نہ ہوگا اور اگر وہاں آبادی نہیں ہے، تو پھر اس محلے سے نکلنا بحکم مسافر ہونے کے لیے شرط نہیں؛ بلکہ اپنے موضع اقامت سے نکلتے ہی مسافر شمار ہوگا۔

الغرض معلوم ہوا کہ اس اتصال کا اعتبار ہے جو دو آبادیوں کے درمیان ہو نہ یہ کہ آبادی اور میدان وویرانے کے درمیان، نیز فقہاء کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آبادی سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں لوگ مستقل رہائش کے ارادے سے رہتے ہوں، وہاں ضروریات زندگی دستیاب ہوں، صرف وقتی استعمال کی عمارات یا لوگوں کے عارضی قیام کی وجہ سے کسی جگہ کو ''آبادی'' نہ کہا جائے گا، چنانچہ فقہاء نے شہر سے متصل باغات کو باوجودیکہ شہر سے متصل بھی ہوں، ان میں کام کرنے والوں کے مکانات وجھونپڑیاں وغیرہ بھی ہوں نیز پہرے دار اور کاشت کار، سال کا کچھ حصہ یا پورا سال رہتے بھی ہوں، پھر بھی شہری آبادی کا جز قرار نہیں دیا۔ ردالمحتار میں ہے:

بخلاف البساتین، ولو متصلة بالبناء لأنها لیست من البلدة ولو سکنها أهل البلدة فی جمیع السنة أو بعضها، ولا یعتبر سکنی الحفظة والأکرة اتفاقًا (٢/ ٥٩٩ زکریا)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں مکہ مکرمہ اور منیٰ کی صورتِ حال کو دیکھیں تو اس میں کوئی خفا نہیں رہ جاتا کہ یہاں دونوں مقامات میں سے ایک (مکہ مکرمہ) تو آباد ہے، دوسرا آبادی سے خالی؛ اس لیے کہ معائنہ کرنے والوں اور مشاہداتی کمیٹی کے رپورٹوں کے مطابق ''منیٰ'' میں جو عمارتیں ہیں مثلاً شاہی محلات، رابطۂ عالم اسلامی کا دفتر اور ہسپتال وغیرہ ان میں سے کوئی بھی عمارت بطور مستقل رہائش گاہ استعمال نہیں ہوتی؛ اکثر بلکہ سب صرف ایامِ حج میں حجاج اور مہمانوں کے قیام کے لیے استعمال ہوتی ہیں، ایامِ حج کے بعد پورا علاقہ بالکل ویران سنسان معلوم ہوتا ہے، سوائے پہرہ داروں اور مزدوروں وغیرہ کے وہاں کوئی نہیں ملتا اور نہ ہی ضروریات زندگی میں

سے کوئی چیز وہاں دستیاب ہوتی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ایسی صورت میں منی کو آباد علاقہ شمار نہیں کیا جاسکتا اور جب غیر آباد ثابت ہو گیا تو مکہ مکرمہ کی آبادی کے منی تک پہنچ جانے کی صورت میں بھی دونوں کو موضعِ واحد کے حکم میں نہیں قرار دیا جاسکتا۔

مزید یہ کہ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت کا مقصد اور منشأ بھی ''منی'' کو قیامت تک بحیثیت ''میدان'' باقی رکھنا ہے؛ تا کہ حجاج ٹھہر سکیں نیز مناسک حج ادا کرسکیں "عَنْ عَائِشَةَ –رضي الله عنها– قالت: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَبْنِي لَكَ بَيْتًا يُظِلُّكَ بِمِنًى؟ قَالَ لَا، مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ. یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے لیے ''منی'' میں کوئی گھر نہ بنوائیں جس کے سایے میں آپ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، منی ان لوگوں کا پڑاؤ ہے جو یہاں پہلے آئے۔ (ترمذی، رقم ۸۸۱)

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے علامہ طیبی رحمہ اللہ سے ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی تشریح نقل کی: "قال الطيبي –رحمه الله– أي: أتأذن أن نبني لك بيتا في منى لتسكن فيه؟ فمنع، وعلل بأن منى موضع لأداء النسك من النحر، ورمي الجمار، والحلق يشرك فيه الناس، فلو بني فيها لأدى إلى كثرة الأبنية تأسيا به، فتضيق على الناس" (مرقا: ۱۸۱۸/۵)

الغرض حدیث اور اس کی تشریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ''منی'' ہمیشہ میدان اور پڑاؤ کی جگہ کی حیثیت سے باقی رہے گا، اس کا آباد ہونا منشأ نبوی کے خلاف ہے؛ لہٰذا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر ''منی'' میں کبھی آبادی ہو بھی جائے پھر بھی وہ شرعاً غیر معتبر ہوگی اور شرعی اعتبار سے اسے میدان ہی تصور کیا جائے گا۔

منی اور مکہ کو موضع واحد قرار دینے والے ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ''منی'' مکہ مکرمہ کا ''فنا'' ہے اور شرعاً فنائے شہر کو شہر کا حکم دیا جاتا ہے؛ لیکن اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ''فنا'' کی جو تعریف فقہاء نے کی ہے وہ یہاں پر منطبق نہیں ہوتی، ''فنا'' کی تعریف درج ذیل ہے:

وفناؤه ما اتصل به معدا لمصالحه (ملتقى الأبحر، صلاة الجمعة) یعنی ''فنا'' کسی آبادی کا وہ قریبی متصل حصہ ہے جسے شہری مصلحتوں کے لیے تیار کیا گیا ہو، علامہ شامی نے اس کو مزید وضاحت کے ساتھ نقل کیا: فقد نصّ الأئمة على أن الفناء ما أعدّ لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدوابّ وجمع العساكر والخروج للرمي إلخ (ج ۳ ص۸، ط: زکریا)

مذکورہ بالا تعریف اور سابق میں ذکر کردہ ''منی'' کی صورتِ حال پر غور کرنے سے یہ بات واضح طور معلوم ہوتی ہے کہ ''فنا'' کی تعریف ''منی'' پر قطعاً صادق نہیں آتی؛ اس لیے کہ منی کے ساتھ اہل مکہ کی کوئی مصلحت -اہل مکہ ہونے کی حیثیت سے- وابستہ نہیں ہے اور نہ ہی مصالح اہل مکہ کے لیے ''منی'' کو بنایا گیا ہے؛ بلکہ ''منی تو ایک مشعر ہے حجاجِ کرام وہاں مناسک حج ادا کرتے ہیں، قیام کرتے ہیں قربانی کرتے ہیں وغیرہ؛ اس لیے ''منی'' کو فنائے آفاق'' تو کہا جاسکتا ہے ''فنائے مکہ'' بہر حال نہیں کہا جاسکتا اور جب ''منی'' فنائے مکہ ہے ہی نہیں تو دونوں مقامات کو موضعِ واحد کے حکم میں قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قصر اور سفر کے اعتبار سے فنائے مصر منفصلہ کا حکم جدا ہے اور انعقادِ جمعہ کے اعتبار سے جدا، چنانچہ محیط برہانی اور طحطاوی وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ فنائے مصر میں جمعہ تو جائز ہے؛ لیکن شرعاً مسافر ہونے کے لیے ''فنائے مصر'' سے تجاوز ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اصل آبادی سے نکلتے ہی وہ شخص مسافر شمار ہوگا اور قصر کرے گا، محیط برہانی میں ہے:

وهذا بخلاف ما لو خرج المسافر عن عمران المصر حيث يقصر الصلاة؛ لأن فناء المصر إنما يلحق بالمصر فيما كان من حوائج أهل المصر، وقصر الصلاة ليس من حوائج أهل المصر، فلا يلحق الفناء بالمصر في حق هذا الحكم (المحيط البرهاني: ۶۶/۲، الفصل الخامس والعشرون) یعنی اگر مسافر شہر

کی آبادی سے نکل جائے تو وہ قصر شروع کردے گا؛ اس لیے کہ فنائے مصر کو، مصر کے ساتھ ان امور میں لاحق کیا جاتا ہے جو اہل مصر کے حوائج میں سے ہوں، اور نماز میں قصر کرنا، اہل شہر کی ضروریات میں سے نہیں ہے؛ لہٰذا اس حکم (قصر واتمام) میں ''فنائے شہر'' کو شہر کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا فرق کو علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے بھی مراقی الفلاح کے حاشیے میں بیان کیا (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقي: ۴۲۳، باب صلاۃ المسافر، دارالکتاب)

مذکورہ بالا فرق کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ''منیٰ'' کو فنائے منفصلہ تسلیم بھی کرلیا جائے پھر بھی قصر واتمام کے حکم میں کوئی اثر نہ پڑے گا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ جو حجاجِ کرام منیٰ اور مکہ مکرمہ دونوں جگہ ملا کر پندرہ دن قیام کی نیت سے مکہ آئیں گے وہ شرعاً مسافر شمار ہوں گے، چار رکعت والی نمازوں میں قصر کریں گے، اور ان پر ایسی صورت میں مالی قربانی لازم نہ ہوگی۔

یہی موقف نصوص سے زیادہ مؤید ہے اور حاجیوں کے لیے سہولت بھی اسی میں ہے۔

از: زین الاسلام قاسمی الٰہ آبادی 21/11/1434

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ، محمد نعمان سیتاپوری غفرلہ

مفتیانِ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

الجواب صواب والمجیب مصیب: سعید احمد پالن پوری، صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: ابوالقاسم نعمانی غفرلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند

22/11/1434